معاشرتی بگاڑ کا تدارک سیرت طیبہ ﷺ کے تناظر میں

Remedies of Social Decadence in Context of the Life of Prophet Muhammad (Peace be upon him)

Rabia*

Abstract

In this article, putrefaction of society has been discussed along with the counter-strategies adopted by the Prophet (Peace be upon him). Since social vices have been the vestigial part of the Arab society, the Prophet (Peace be upon him) took up the cudgels and bestirred to eradicate moral decay, existent among the Arabs from the days of yore. Analogous to the situation, in the contemporary world, the similar social vices are being erected on the pretext of 'modernization', which has become the cause of demoralization for many. For this, in the current article, social maladies and moral turpitude like fib, backbiting, adultery, grudge, rancor etc. have been delineated. After being involved in elusive bustling, an individual blemishes his or her life in this world and hereafter, affecting Peace and Stability in the society. The only way out that one can adopt to escape herself/himself from this, is the way that has been unfolded by the Prophet (Peace be upon him). So, by acting upon the Prophet's (Peace be upon him) instructions we can curb these social vices and moral turpitude in our society.

Keywords: putrefaction, expediencies, peace, stability, moral.

تعارف

معاشرے کی ترقی کا اصل سبب اخلاقی اقدار کی پاسداری ہے کیونکہ اسی کے ذریعے افراد کے مابین محبت والفت پروان چڑھتی ہے اور سب مل جل کر باآسانی اپنے کاموں کو سرانجام دیتے ہیں۔ افراد کے مابین اخلاقی اقدار کی پاسداری جس قدر قوی ہو گی معاشرہ اتنی جلدی ترقی کرے گا اور کامیابی کی راہوں کو طے کرتا چلا جائے گا۔ رسول کریم ﷺ کی بعثت

* **Ms. Rabia** Visiting Lecturer, University of Karachi. Karachi
rabiaimtiaz94@yahoo.com

جس معاشرے میں ہوئی جہاں بے شمار خرابیاں تھی وہاں چند اچھائیاں بھی موجود تھی۔ انہوں نے اسے قانونی شکل دے رکھی تھی اورانہی قانونی اقدار پر وہ اپنی زندگیاں بسر کر رہے تھے۔ یہ لوگ بڑے مہمان نواز، خوددار، سخی اور شجاع تھے۔ یہی چند اوصاف انھیں دیگر اقوام سے ممتاز کرتے تھے۔ انہی اوصاف کی بدولت اللہ نے اپنے آخر نبی ﷺ کی بعثت کے لیے ان کا انتخاب فرمایا۔

عرب معاشرے کا سب سے بڑا روگ شرک، بت پرستی تھا۔ وہ بتوں کو حاجت روا اور مشکل کشائی کا ذریعے سمجھتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا، بدکاری کا عروج پر ہونا، یتیموں اور مسکینوں سے بدسلوکی، یتیموں کے مالوں پر قبضہ کرنا، یتیم لڑکیوں سے ان کے مال پر قابض ہونے کے لیے شادی کرنا، قتل وغارت گری کا لامتناہی سلسلہ، شرم وحیا کا اس قدر ہونا کہ خانہ کعبہ کا طواف برہنہ کرنا، بدامنی، شراب نوشی، ڈاکہ زنی وغیرہ جرائم عام تھے۔ عرب معاشرے میں یہی اقدار معاشرے کے بگاڑ کا سبب بنے۔ ایسے معاشرے میں نبی کریم ﷺ کی بعثت معاشرے کے لیے رحمت کا ذریعہ بنی۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے 23 سالہ دور نبوت میں اپنے اخلاق و عمل سے معاشرے کی ایسی کایا پلٹی کہ دشمن دوست بن گئے، ان کے مابین اخوت، مساوات اور رواداری کا عظیم رشتہ قائم کر دیا، عورتوں کو ان کے مقام اور مرتبے سے متعارف کروایا گیا۔ بچی کو رحمت، بیوی کو عزت، بہن کو عفت اور ماں کو جنت بنادیا گیا۔ گویا ہر رشتے سے جنس عورت کو قابل احترام ہستی بنادیا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے پرامن معاشرے کی بنیاد رکھی جس میں بہت سے اخلاقی اقدار متعارف کروائے۔ دور حاضر میں بھی انہی اقدار کی پاسداری کی ضرورت ہے۔ مگر افسوس! کہ آج پاکستان کو بنے 72 سال گزر چکے ہیں مگر آج بھی ہم اخلاقی پستی کا شکار ہیں۔ دور حاضر میں مندرجہ ذیل خرابیاں رائج ہے جو معاشرے کے بگاڑ کا سبب بن رہی ہے جس کا تدارک سیرت طیبہ میں ہی ممکن ہے۔ معاشرے کو اسی سانچے میں ڈھلنے کی ضرورت ہے۔ وہ اہم معاشرتی اقدار جو معاشرے کے بگاڑ کا سبب بن رہی ہیں، درج ذیل ہیں۔

کذب معاشرتی بگاڑ کی اصل جڑ

خلاف واقعہ بات کہنا جھوٹ ہے۔ آدمی کے جھوٹے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ سنی سنائی بات کو بلا تحقیق کے بیان کر دے۔ معاشرتی بگاڑ کا سب سے اہم سبب کثرت سے جھوٹ بولنا ہے اور یہ بری خصلت والدین خود اپنے بچوں میں منتقل

کر رہے ہیں کیونکہ جب وہ خود جھوٹ بولتے ہیں تو بچے انھیں دیکھ کر ویسا ہی رد عمل ظاہر کرتے ہیں۔ جبکہ اللہ رب العزت کے نزدیک جھوٹ بولنا ناپسندیدہ عمل ہے اس پر اللہ نے لعنت کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

لَعْنَةَ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ۔

ترجمہ: جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔[1]

جھوٹ دراصل تمام برائیوں کی جڑ ہے اسی کے ذریعے انسان صغیرہ سے کبیرہ گناہوں کی طرف راغب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن وحدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ اس کے برعکس سچ ہے جو انسان کو نیکیوں کی طرف راغب کرتا ہے اور اسے گناہ سے دور رکھتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۔

ترجمہ: اے اہل ایمان! خدا سے ڈرتے رہو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو۔[2]

اس حوالے سے رسول کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ صدق اور کذب کی بہترین وضاحت کرتی ہے۔ صدق سے مراد یہ ہے ایسی بات کہنا اور کرنا جو واقع کے مطابق درست ہو جسے دل درست تسلیم کرے اور کذب یعنی جھوٹا، جو سچ نہ ہو۔ اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا:

ان الصدق یھدی الی البر وان البر الی الجنۃ وان الرجل لیصدق حتیٰ یکتب عنداللہ صدیقا وان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار وان الرجل لیکذب حتیٰ یکتب عنداللہ کذابا ۔[3]

ترجمہ: سچائی کو لازمی پکڑلو کیونکہ سچ بولنا نیکی کے راستے پر ڈال دیتا ہے اور نیکی جنت تک پہنچا دیتی ہے اور آدمی مسلسل سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کے اللہ کی بارگاہ میں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچتے رہو کیونکہ جھوٹ بولنے کی عادت آدمی کو بدکاری کے راستہ پر ڈال دیتی ہے اور بدکاری اس کو دوزخ تک پہنچا دیتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کے اللہ کی بارگاہ میں کذاب میں لکھ لیا جاتا ہے۔[4] اس حدیث میں سچ بولنے والے کے لیے انعام کا ذکر ہے اور جھوٹ بولنے والے کے لیے سخت وعید کا ذکر ہے۔

اسراف معاشی خوشحالی کی بربادی کا باعث

جو دولت یا روپیہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر خرچ کیا جائے وہ اسراف کہلاتا ہے۔ اسلام بخل اور کنجوسی دونوں سے منع کرتا ہے اس کے بجائے اعتدال کی راہ پسند کرتا ہے۔اس آیت میں مال کے بارے میں میانہ روی کی اہمیت بتائی گئی ہے کہ جو شخص میانہ روی اختیار کرتا ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا یعنی جب وقت اچھا ہوتا ہے تو ضرورت کے مطابق خرچ کرتا ہے اور باقی برے وقت کے لیے اٹھا کر رکھتا ہے تاکہ کسی کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۔
ترجمہ: کھاؤ پیو اور اسراف (فضول خرچی) نہ کرو۔ بے شک وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔[۵]

محبت دنیا فکر آخرت سے دوری کا سبب

اسلامی معاشرے کے بگاڑ کا ایک اہم سبب دنیا کی محبت ہے۔ہم اس میں اس قدر ڈوب چکے ہیں کہ اب ہم صحیح اور غلط کا فرق نہیں کر پا رہے اور یہ ہمارے زوال کا اہم سبب ہے۔جب انسان میں دنیا کی محبت پیدا ہو جائے تو وہ خالق کے بنائے ہوئے قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اس دنیا کو اپنے لیے حقیقی دنیا سمجھتا ہے۔یہ تصور اس میں آخرت کا تصور ختم کر دیتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا تتخذوا الضیعۃ فترغبوا فی الدنیا ۔[۶]

ترجمہ: تم جاگیر داری میں دل نہ لگاؤ کہ دنیا کے ہی ہو کر رہ جاؤ۔

مزید فرمایا کہ: الا ان الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیھا الا ذکر اللہ وما والاہ عالم او متعلم ۔[۷]
ترجمہ: خبردار! دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے (بہت ہی حقیر ہے اور چونکہ عام طور سے خدا سے غافل کر دینے والی ہے اس لیے) اس پر خدا کی پھٹکار ہے (اور اس کے لیے رحمت سے محرومی ہے) سوائے خدا کی یاد کے، اور اس کے ماتحت چیزوں کے (جیسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی فرمانبرداری) اور سوائے دین کے عالم اور (دین کے مخلص) طالب علم کے۔[۸]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام برائیوں کی اصل جڑ حب دنیا ہے۔ حب دنیا میں حب مال اور حب اولاد ایسی تمام چیزیں شامل ہیں اگر اس کے استعمالات صحیح طریقے سے نہ کئے جائیں تو انسان بہت سی خرابیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اسے چاہیے کہ وہ خود کو اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کرتے ہوئے خود میں حب دنیا کے بجائے خوف خدا دل میں پیدا کرے کیونکہ جب یہ ڈر اس میں پیدا ہو گا تو وہ بہت سی گمراہیوں اور خرابیوں سے بچا رہے گا۔

تین منجیات اور تین مہلکات

آپ ﷺ کی ایک حدیث کے مطابق تین منجیات یعنی ایسی خصلتیں جو نجات کا باعث ہیں اور تین مہلکات یعنی ایسی خصلتیں جو

ہلاکت کا سبب ہے۔ اس کی وضاحت آپ ﷺ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ثلث منجیا ت و ثلث مھلکات فاما المنجیات فتقوی اللہ فی السر والعلانیۃ والقول بالحق فی الرضا والسخط

والقصد فی الغنی والفقر واما المھلکات فھوی متبع و شح مطاع واعجاب المرء بنفسہ وھی اشد ھن ۔[9]

ترجمہ: تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں لیکن نجات دینے والی تو وہ اللہ سے ڈرنا ہے خفیہ اور اعلانیہ اور سچی بات کہنا خوشی اور ناخوشی میں اور درمیانی چال ہے امیری اور فقیری میں لیکن ہلاک کرنے والی چیزیں تو وہ نفسانی خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے اور بخل ہے جس کی اطاعت ہو اور انسان کا اپنے کو اچھا جاننا۔ یہ ان سب میں سخت ہے۔[10]

اس حدیث میں تقویٰ پرہیز گاری یعنی ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، حق بات کہنا (خوشی اور غمی کی حالت میں) اور میانہ روی اختیار کرنا یعنی امیری اور فقیری دونوں حالتوں میں خود کو صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے دور رکھنا، ہر حال میں قناعت اور صبر و شکر کا مظاہرہ کرنا، یہ عادتیں انسان کے لیے نجات کا ذریعہ ہیں، انسان کی دنیا اور آخرت کو سنوارنے کا سبب ہیں۔ اس کے علاوہ خواہش نفس کی پیروی، بخیلی کی اطاعت اور غرور و تکبر یعنی اپنی ذات پر گھمنڈ، یہ خصلتیں انسان کی ہلاکت کا سبب ہیں۔

حسد نیکیوں کی تباہ حالی کا سبب

کسی شخص کی اچھی حالت کا ناگوار گزرنا اور یہ خواہش رکھنا کہ یہ اچھی حالت اس کی زائل ہو جائے یہ حسد ہے۔ حسد قلبی مرض ہے اس میں دین کا بھی نقصان ہے اور دنیا کا بھی۔ دین کا نقصان تو یہ ہے کہ اس کے کئے ہوئے نیک اعمال ساقط ہو جاتے ہیں، نیکیاں چلی جاتی ہیں اور انسان اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایاکم والحسد،فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب، او قال: العشب۔"

ترجمہ: حسد (دوسروں پر جلنے اور کڑھنے) سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ بلاشبہ حسد نیکیوں کو اسے کھاجاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو، یا فرمایا گھاس پھوس کو کھاجاتی ہے۔"[12]

حسد میں دنیا کا نقصان یہ ہے کہ حاسد ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا رہتا ہے اور اسی غم میں مبتلا رہتا ہے کہ کسی طرح فلاں شخص کو ذلت و افلاس نصیب ہو، اسی تگ و دو میں لگا رہتا ہے۔ اس کے برعکس اگر وہ خدا اسے اس چیز کی طلب پیدا کرے دعا اور التجاء کرے تو یہ چیز اس کے لیے تباہی کا سبب نہیں بنے گی۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ لاتحاسدو، ولاتناجشوا، ولا تباغضوا، ولا تدابروا، ولا یبع بعضکم علی بیع بعض ،وکونوا عبادالله اخوانا، المسلم اخو المسلم لا یظلمه ، ولا یخذله، ولا یحقره، التقوٰی ههنا و یشیر الیٰ صدره ثلاث مرات بحسب امریءمن الشر ان یحقر اخاه المسلم ،کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله و عرضه ۔[13]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ کوئی چیز خریدنے کا ارادہ نہ ہو اور کوئی دوسرا شخص خرید رہا ہو تو خواہ مخواہ بولی میں حصہ لے کر قیمت نہ بڑھاؤ کہ وہ چیز اسے مہنگی ملے۔ آپس میں بغض نہ رکھو۔ ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو۔ کسی کی بیع پر کوئی شخص بیع نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کی مدد ترک کرتا ہے اور نہ اسے

حقیر سمجھتا ہے۔ آپ ﷺ نے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: تقویٰ یہاں ہے۔ انسان کے لیے اتنا گناہ ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔"[۱۴]

اس حدیث میں مندرجہ ذیل اخلاقی رذائل کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔

اَ. حسد کرنا۔

ب. بلاضرورت قیمت کو بڑھانا۔

ج. آپس میں ایک دوسرے سے بغض رکھنا۔

د. اپنے مسلمان بھائی سے منہ موڑنا۔

ہ. تکبرانہ روش اختیار کرنا۔

یہ تمام بڑی خصلتیں معاشرے کے بگاڑ کا سبب بنتی ہیں اس سے معاشرہ تباہ وبرباد ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے آپس میں نفرت اور کدورت پڑوان چڑھتا ہے۔ اس لیے حدیث میں بیان کیا گیا کہ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔ جب یہ تصور معاشرے میں قائم ہو گا تو آپس میں افراد کے مابین محبت والفت پیدا ہو گی اور پر معاشرے کا قیام عمل میں آئے گا۔

بے حیائی دنیا وآخرت کی رسوائی کا باعث

معاشرتی پاکیزگی کی نشوونما اور گھریلو زندگی میں ماحول کی پاکیزگی کا باعث شرم وحیا ہے۔ یہی عنصر معاشروں کی ترقی اور تباہی کا باعث بنتا ہے۔ اگر یہ عنصر منفی ہے تو اس سے معاشرہ کلی طور پر تباہ وبرباد ہو جائے گا اور اگر مثبت ہے تو اس کے نتائج خوشحالی کا سبب بنیں گے۔ اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَـهُـمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّـٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْـتُـمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمانداروں میں بدکاری کا چرچا ہو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔[۱۵]

یہاں اللہ رب العزت نے واضح فرمادیا کہ جو لوگ آرزو مند ہیں، خواہش مند ہیں اور اپنے دل میں یہ تمنا رکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پیدا ہو تو ان کے لیے دردناک قسم کا عذاب ہے سخت وعید ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں تباہ برباد ہو جائیں گے۔ اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا:

إذا أراد يهلك عبدا نزع منه الحياء۔ فإذا نزع منه الحياء، لم تلقه إلا مقيتا ممقتا۔ فإذا لم تلقه إلا مقيتا ممقتا، نزعت منه الأمانة۔ فإذا نزعت منه الأمانة، لم تلقه إلاخائنا مخونا، فإذا لم تلقه إلا خائنا مخونا نزعت منه الرحمة فإذا نزعت منه الرحمة، لم تلقه إلا رجيما ملعنا، فإذا لم تلقه إلا رجيما ملعنا، نزعت منه ربقة الإسلام۔[۱۶]

حیا گویا وہ قوت اور ملکہ ہے جس سے انسان خیر و فلاح کی طرف مستعدی سے گامزن رہتا ہے اور اسی کی وجہ سے وہ تمام شر و تعدی سے بچنے کی صلاحیت حاصل کرتا ہے۔ اس ایک صلاحیت کے عنقا ہونے سے نہ صرف دوسرے فضائل حسنہ سے محرومی ہو جاتی ہے بلکہ انسان رذائل کے قریب تر ہو جاتا ہے۔[۱۷] اسی طرح علامہ اقبال فرماتے ہیں:

غیرت ہے بڑی چیز جہاں تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سر دارا[۱۸]

ناشکری نعمتوں کے زوال کا باعث

اگر کوئی کسی کا تھوڑا سا کام سر انجام دے دے تو دوسرا اس کا قدر دان ہو۔ یہ قدر شناسی تین طریقوں سے ہو۔ دل سے، زبان سے اور حرکات و سکنات سے اور یہ عنصر جس طرح بندوں کے ساتھ ہو بالکل اسی طرح کا طرز عمل اللہ رب العزت کے ساتھ بھی ہو۔ بندہ اپنے خالق کائنات کا احسان مند اور شکر گزار ہو اور اگر وہ احسان مند نہیں ہو گا تو اس کا یہ عمل ناشکری میں شمار ہو گا جسے اللہ نے ناپسند فرمایا ہے۔ شکر کا متضاد کفر ہے اس کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں اور محاورہ میں کسی کے کام یا احسان پر پردہ ڈالنا یعنی زبان اور دل سے اس کا اقرار و عمل سے اظہار نہ کرنا۔ اسی سے انسان میں ناشکری پیدا ہوتی ہے جو معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ[۱۹]

ترجمہ: اگر تم نے شکر کیا تو ہم تمہیں بڑھائیں گے اور اگر ناشکری (کفر) کی تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

سید سلیمان ندوی اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اگر کفر اللہ کے احسانوں اور نعمتوں کی ناقدری کر کے اس کی نافرمانی کا نام ہے تو اس کے مقابلہ میں شکر کی حقیقت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور نعمتوں کی قدر جان کر اس کے احکام کی اطاعت اور دل سے نافرماں برداری کی جائے۔"[۲۰]

شکر ایمان کی جڑ اور اطاعت الہیٰ کی اصل بنیاد ہے۔ اسی صفت کی بناء پر بندہ خدا کے قریب ہو جاتا ہے کیونکہ یہ وہ جذبہ ہے جس کے ذریعے انسان کے دل میں خدا کی قدر اور محبت پیدا ہوتی ہے اور اگر بندے میں یہ احساس پیدا نہ ہو تو بندہ ناشکری کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے اس کے سارے نیک اعمال زائل ہو جاتے ہیں۔

بغض و کینہ معاشرتی تعلقات کے بگاڑ کا باعث

دل میں کسی سے دشمنی اور عداوت کا دیرپا جذبہ رکھنا بغض و کینہ کہلاتا ہے۔ مطلب یہ کہ کسی سے دل میں دشمنی کو روکے رکھنا اور موقعہ پاتے ہی اس کا اظہار کر دینا۔ یہ ایک بہت بری خصلت ہے کیونکہ اس سے خاندان تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت کے نیک بندے اس سے پاک رہنے کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تعریف اس طرح بیان فرماتا ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ[۲۱]

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کا کینہ نہ ہونے پائے، اے ہمارے رب! بے شک تو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ ﷺ اس حوالے سے ہماری رہنمائی اس طرح بیان فرماتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لایحل لمؤمن ان یهجرمؤمنا فوق ثلث فان مرت به ثلث فلیلقه فلیسلم علیه فان رد علیه السلام فقد

اشترکافی الاجر وان لم یرد علیہ فقد باء بالاثم و خرج المسلم من الھجرۃ[۲۲]

ترجمہ: کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دنوں سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ اگر تین دن گزر جائیں تو اس کو چاہیے کہ اپنے بھائی سے مل کر سلام کرے اگر وہ سلام کا جواب دے دے تو (مصالحت کے) ثواب میں دونوں شریک ہیں اور اگر سلام کا جواب نہ دے تو جواب نہ دینے والا گنہگار ہوا اور سلام کرنے والا ترک تعلقات کے گناہ سے بری ہو گیا۔[۲۳]

علامہ شبلی نعمانی بغض و کینہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"دین دو چیزوں سے عبارت ہے، اللہ کا حق اور بندوں کا حق، جب تک شرک رہے گا، اللہ کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جن دو آدمیوں میں کینہ رہے گا ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا کوئی حق ادا نہ کر سکے گا۔ جس طرح شرک حق اللہ سے مانع ہے بغض و کینہ حق العباد سے باز رکھتا ہے اور ان ہی دونوں حقوق سے عہدہ بر آ ہونا جنت کی کنجی ہے۔"[۲۴]

حرام رزق معاشی تنگی کا سبب

مسلمان کا حرام، ناجائز ذرائع اور غیر معروف طریقے سے محنت و مشقت یا تجارت کے ذریعے غیر مناسب طریقے سے روزی کمانا حرام رزق کہلاتا ہے۔ مال و دولت ناجائز ذرائع سے مثلاً سود، رشوت، چوری و ڈکیتی، بلیک مارکیٹنگ اور اسمگلنگ اور دیگر غلط ذرائع سے حاصل کیا جائے تو وہ اسلام کی نظر میں پاکیزہ نہیں ہے بلکہ وہ مال ناجائز اور حرام ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی سخت ترین وعید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ، اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔[۲۵]

اس آیت مبارکہ میں حرام اور ناجائز طریقے سے مال حاصل کرنے کی ممانعت کا ذکر ہے، چاہے وہ مال رشوت کے ذریعے سے حاصل کیا ہوا کیوں نہ ہو۔ رسول کریم ﷺ کی متعدد اقوال میں کسب حلال کا ذکر ملتا ہے اور حرام رزق کی فراہمی دعا کی قبولیت میں رکاوٹ کا سبب بنتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

یایھا الناس ان اللہ طیب لایقبل الاطیبا وان اللہ امر المومنین بما امر بہ المرسلین فقال یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا انی بما تعملون علیم وقال یا ایھا الذین امنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم ثم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغیر یمد یدیہ الی السماء یا رب یارب و مطعمہ حرام و مشربہ حرام و ملبسہ حرام و غذی بالحرام فانی یستجاب لذلک[۲۶]

ترجمہ: اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور نہیں قبول کرتا مگر پاک مال کو (یعنی حلال کو) اور اللہ پاک نے مومنوں کو وہی حکم کیا جو مرسلین کو اور فرمایا کہ اے رسولو! طیب چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں اور فرمایا کہ اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان میں سے کھاؤ، اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ایسے شخص کا ذکر فرمایا کہ جو لمبا سفر کر رہا ہو، اس کے بال بکھرے ہوئے ہوں، جسم پر گرد و غبار بھرا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے، یارب یارب کہہ کر دعا کرتا ہو، یہ شخص دعا تو کر رہا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، پینا حرام ہے اور پہننا حرام ہے اور اس کو حرام غذا دی گئی ہے، پس ان حالات کی وجہ سے اس کی دعا کیونکر قبول ہوگی۔[۲۷]

اس حدیث میں حرام سے پرہیز کرنے اور حلال کھانے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو صدقہ حلال مال سے ہوگا وہی قبول ہوگا، اللہ پاک ہے اور اس کی بارگاہ میں پاک چیز ہی قبول ہو سکتی ہے۔

حرام روزی کی چند صورتیں

آج کے زمانے میں حرام کمائی کی کئی صورتیں رائج اور عام ہیں۔ اس کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

رشوت: یہ مال حرام ہے، اور اگر رشوت کا نام ہدیہ یا تحفہ رکھ لیا جائے تب بھی حرام ہی رہتا ہے، آج دنیا میں اس کے بغیر کام نہیں ہوتے اور حرام کی اس نحوست سے سارا معاشرہ گندگی سے آلودہ ہے۔

سود: کم ہو یا زیادہ، بالکلیہ حرام ہے اگرچہ اس کا نام نفع رکھ لیا جائے۔

ہر وہ ملازمت حرام ہے جس میں گناہ کیا جاتا ہو، چونکہ گناہ کرنا اور گناہ کی مدد کرنا دونوں حرام ہیں، اس لیے گناہ کی اجرت بھی حرام ہے اور گناہ پر مدد کرنے کی اجرت بھی حرام ہے۔

حرام چیزوں کی تجارت بھی حرام ہے اور اس پر نفع بھی حرام ہے، شراب، خنزیر، خون اور مردار گوشت ان سب چیزوں کی خرید و فروخت حرام ہے اور اس کی تنخواہ بھی حرام ہے۔ چوری، ڈاکہ زنی اور ناحق ذریعہ سے جو کچھ حاصل کیا جائے وہ سب حرام ہے۔

رسول کریم ﷺ کا اصلاح معاشرے میں کردار

عرب معاشرے کی اصلاح کے لیے آپ ﷺ نے اپنے کردار کے ذریعے بہت سے اہم پہلوؤں کی نشاندہی فرمائی۔ معاشرتی بگاڑ کو سنوارنے کے لیے آپ ﷺ کا طریقے کار بہت بلند و بالا تھا۔ اس حوالے سے سیرت طیبہ کے چند نکات مندرجہ ذیل ہیں۔

أ. سوالی کو کبھی رد نہ فرماتے، کبھی انکار نہ کرتے سوالی کا سوال سنتے اور پھر اسے عطا فرماتے۔

ب. کسی کی بات نہ کاٹتے۔

ج. نفلی عبادت چھپ چھپ کر فرماتے تاکہ امت پر عبادت ثقیل نہ ہو، ہر کام میں آسان صورت کو پسند فرماتے۔

د. وعظ و نصیحت کبھی کبھی کیا کرتے تاکہ لوگ اکتاہٹ محسوس نہ کریں۔

ہ. عدل کے ساتھ لوگوں کے مابین فیصلہ فرماتے۔

و. جانی دشمن بھی آپ ﷺ کی صداقت و امانت کا اقرار کرتے۔

ز. ہر ایک سے خوش اخلاقی سے ملتے، غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور غلاموں سے شفقت فرماتے اور بیواؤں کی مدد فرماتے۔

ح. کسی سے انتقام نہیں لیتے عفو و درگزر فرماتے۔

ط. ساری ساری رات امت کی مغفرت کی دعا فرماتے اور زار و قطار روتے۔

یہ تھے آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ جن سے متاثر ہو کر پورا عرب معاشرہ امن و امان کا گہوارہ بن گیا۔ آج بھی معاشرے میں پھیلی ہوئی بدامنی اور بگاڑ کا اہم سبب یہی ہے کہ ہم نے اپنے آقائے دوجہاں ﷺ کی سیرت مبارکہ کو پس پشت ڈال کر اپنی کامیابی اغیار سے وابستہ کرلی ہے۔ جب کہ ہماری کامیابی ان کی تہذیب و ثقافت اور زبان کو اپنانے میں ہرگز نہیں ہے بلکہ ہماری کامیابی کا اصل راز سیرت طیبہ ﷺ کے سانچے میں خود کو ڈھالنے میں ہے۔

اسی لیے اقبال فرماتے ہیں:

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

خلاصہ کلام

سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں انسانی زندگی کو کامیاب اور خوشحال بنانے کے لیے عملی طور پر چند اصولوں کی پاسداری ضروری ہے جس میں ادب وسلیقہ، وقار و شائستگی، نظامت و پاکیزگی، تمیز و حسن انتخاب، اعلیٰ ظرفی، شیریں کلام، تواضع و انکساری اور ایثار و قربانی جیسی اعلیٰ صفات شخصیت میں موجود ہوں کیونکہ انہی اوصاف کی بناء پر معاشرہ بگاڑ، بدامنی، بدحالی اور دیگر جرائم سے بچا رہتا ہے اور اچھے معاشرے کا قیام عمل میں آتا ہے۔ یہ وہ اصول ہیں جو انسانی تہذیب و تمدن کو نکھارنے اور سنوارنے کا باعث بنتے ہیں۔ افراد کے مابین اخلاقی اقدار کی پاسداری جس قدر قوی ہوگی معاشرہ اتنی جلدی ترقی کرے گا اور کامیابی کی راہوں کو طے کرتا چلا جائے گا۔

حوالہ جات

۱۔ القرآن۔ سورۃ آلِ عمران آیت ۶۱

۲۔ القرآن۔ سورۃ التوبہ آیت ۱۱۹

۳۔ ابی زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی۔ ریاض الصالحین۔ کراچی: قدیمی کتب خانہ۔ ۱۹۸۹ء۔ ص ۴۰

۴۔ عبدالواحد۔ فہم حدیث۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام۔ ۲۰۰۴ء۔ ص ۴۳۶

۵۔ القرآن۔ سورۃ الاعراف آیت ۳۱

۶۔ ابی زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی۔ ریاض الصالحین۔ ص ۱۸۹

۷۔ ایضاً

۸۔ عبد الواحد۔ فہم حدیث۔ ص ۴۷۴

۹۔ امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب۔ مشکوۃ المصابیح۔ کراچی: قدیمی کتب خانہ۔ ص ۴۳۴

۱۰۔ احمد یار خان نعیمی۔ شرح مشکوۃ المصابیح۔ ج ۶۔ لاہور: مکتبہ اسلامی۔ ۱۹۵۹ء۔ ص ۴۹

۱۱۔ ابو داؤد سلیمان بن اشعث۔ سنن ابی داؤد۔ حدیث ۴۹۰۳۔ ج ۲۔ لاہور: مکتبہ رحمانی۔ ص ۳۲۴

۱۲۔ ابو داؤد سلیمان بن اشعث۔ مترجم ابو عمار عمر فاروق سعدی۔ ج ۴۔ کراچی: دار السلام۔ ۲۰۰۵ء۔ ص ۶۹۹

۱۳۔ مسلم بن حجاج القشیری۔ صحیح مسلم۔ حدیث ۲۵۶۴۔ کراچی: قدیمی کتب خانہ۔ ۱۹۳۰

۱۴۔ سعید مجتبیٰ سعیدی۔ شرح اربعین نووی۔ لاہور: دار السلام۔ ۲۰۰۲ء۔ ص ۱۸۵

۱۵۔ القرآن۔ سورۃ النور آیت ۲۴

۱۶۔ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ۔ سنن ابن ماجہ۔ حدیث ۴۱۸۳۔ لاہور: مکتبہ رحمانیہ

۱۷۔ رضیہ شبانہ۔ اسلامی معاشرے کی تشکیل جدید میں انسانی اقدار کا کردار فکر اقبال کی روشنی میں۔ پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ۔ ۲۰، نمبر ۱، (۲۰۱۹ء)۔ ص ۲۳۳۔ ۲۶۲

۱۸۔ علامہ محمد اقبال۔ کلیات اقبال: ارمغان حجاز۔ لاہور: قبال اکادمی پاکستان۔ ۱۹۹۰ء۔ ص ۱۳۷

۱۹۔ القرآن۔ سورۃ ابراہیم آیت ۷

۲۰۔ سید سلیمان ندوی۔ سیرت النبی ﷺ۔ ج ۵۔ لاہور: الفیصل۔ ۱۳۵۴ھ۔ ص ۲۸۶

۲۱۔ القرآن۔ سورۃ الحشر آیت ۱۰

۲۲۔ ابو داؤد سلیمان بن اشعث۔ سنن ابی داؤد۔ حدیث ۴۹۱۵۔ ج ۲۔ لاہور: البرہان پبلشرز۔ ص ۳۳۰

۲۳۔ جلال الدین امجدی۔ انوار الحدیث۔ کراچی: مکتبہ غوثیہ۔ ۲۰۰۶۔ ص ۳۲۴

۲۴۔ سید سلیمان ندوی۔ سیرت النبی ﷺ۔ ص ۳۸۸

۲۵۔ القرآن، سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۸

۲۶۔ مسلم بن حجاج القشیری۔ صحیح مسلم۔ حدیث ۲۳۴۶۔ کراچی: قدیمی کتب خانہ۔ ۱۹۳۰ء
۲۷۔ شرح صحیح مسلم۔ ج۳۔ مترجم وحید الزمان۔ لاہور: خالد احسان پبلشرز۔ ۲۰۰۴ء۔ ص۴۶